© rasailojaraid.com

اجتماعی اجتہاد کا مفہوم: ایک ارتقائی مطالعہ

ڈاکٹر حافظ محمد زبیر

اگرچہ، اجتماعی اجتہاد کا عمل تو صحابہؓ اور تابعین کے دور میں ہی شروع ہو چکا تھا، لیکن اس فعل کو باقاعدہ کسی ادارے کی صورت دینے کا تصور بیسیویں صدی ہجری میں ہی صحیح معنوں میں سامنے آیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ اجتماعی اجتہاد کی جتنی بھی تعریفیں بیان کی گئی ہے، وہ تقریباً بیسویں صدی ہجری کے آخری ربع ہی میں سامنے آئی ہیں اور تا حال یہ سلسلہ جاری ہے۔ اجتماعی اجتہاد کا عمل اس وقت امت مسلمہ کے ایک بڑے حصے میں مختلف اداروں، تنظیموں، جماعتوں اور حکومتوں کی سرپرستی میں جاری ہے اور آئے روز اس میں تیزی آ رہی ہے، لیکن تا حال اس عمل کی کوئی ایسی جامع مانع تعریف بیان نہیں ہوئی ہے کہ جس پر سب علماء کا اتفاق ہو۔ ہمارے خیال میں اس میں ابھی کچھ وقت لگے گا، کیونکہ جب بھی کوئی نئی اصطلاح وضع ہوتی ہے تو اس کی قبولیت عامہ میں کچھ وقت درکار ہوتا ہے۔ اجتماعی اجتہاد پر شائع شدہ مختلف کتابوں، مقالہ جات، رسائل اور مضامین میں اس کی کئی ایک تعاریف بیان کی گئی ہیں۔ ان تعریفوں میں بظاہر اختلاف بھی ہے لیکن یہ تنوع کا اختلاف ہے نہ کہ تضاد کا۔ جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ اجتماعی اجتہاد کا عمل اس وقت ساری اسلامی دنیا میں جاری ہے، لہٰذا عملاً اس کے تصورات میں اختلاف بہت کم ہے۔ لیکن جب علماء اجتماعی اجتہاد کے اس جاری وساری عمل کو الفاظ کا جامہ پہناتے ہیں تو اس کی تعریف میں ان کا لفظی اختلاف نمایاں ہو جاتا ہے۔ ذیل میں ہم اجتماعی اجتہاد کی چند ایک تعریفوں کو موضوع بحث بنا کر اس پہلو سے ان کا ایک تجزیاتی مطالعہ پیش کریں گے کہ وہ تعاریف اجتماعی اجتہاد کے جاری معاصر عمل کا احاطہ کر رہی ہیں یا نہیں؟ اور کونسی تعریف ایسی ہے جو اجتماعی اجتہاد کے عمل اور تصور کو جامعیت اور مانعیت کے ساتھ بیان کر رہی ہے۔

☆اترک المستقبل حتی یاتی ولا تهتم بالغد لانك اذا اصلحت يومك صلح غدك.☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

''اجتماعی اجتہاد،،کی لغوی تعریف

''اجتماعی اجتہاد،،ایک مرکب لفظ ہے جو دواسموں سے مل کر بنا ہے۔پہلا اسم ''اجتماعی،،ہے اوردوسرا ''اجتہاد،،۔اجتماعی کالفظ باب افتعال سے بنا ہے اوراس کامادہ ''ج۔م۔ع،،ہے۔ثلاثی مجرد میں یہ لفظ باب ''فتح،،سے آتا ہے اوراس کامصدرعین کلمہ کے سکون کے ساتھ ''جمعا،،مستعمل ہے۔اس مادے سے باب افتعال کامصدر''اجتماع،،بنے گااوراسی سے لفظ'اجتماعی'،اسم منسوب ہے۔عربی زبان میں'اجتماعی'،کی بجائے'جماعی'،کالفظ زیادہ مستعمل ہے،یعنی''اجتماعی اجتہاد،،کوعربی میں''الاجتھادالجماعی،،کہتے ہیں۔علامہ ابن منظورافریقیؒ (متوفی۷۱۱ھ) لکھتے ہیں:

''جمع،باب'فتح'،سے جمع کرنے کے معنی میں ہے اوراس کامصدر'جمعا'،ہے......اسی طرح'مجموع'،سے مرادوہ شے ہے جوادھرادھر سے جمع کی گئی ہواگرچہ وہ شئی واحدنہ بھی ہو......اسی طرح''جمع،،لوگوں کی جماعت کوبھی کہتے ہیں اور'جمع'،اہل عرب کے قول'جمعت الشئی'،،سے مصدر ہے۔علاوہ ازیں''جمع،،سے جمع ہونے والے لوگ بھی مرادہوتے ہیں۔''جمع،،کی جمع'جموع'،ہے۔جماعت،'جمیع'،'مجمع'،اور'مجمعہ'،وغیرہ کے الفاظ''جمع،،کی جگہ استعمال ہوجاتے ہیں......''مجمع،،سے مرادلوگوں کی جماعت ہے یاپھروہ جگہ جہاں لوگ جمع ہوں......''امرجامع،،سے مرادایسا کام ہے جولوگوں کوجمع کرنے والا ہوجیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:اورجب وہ کسی جمع کرنے والے کام میں مصروف ہوتے ہیں توآپ ﷺ سے اجازت لیے بغیر نہیں جاتے......''جماع الشئی،،سے مراداس کا مجموعہ ہے جیسا کہ''جماع الخباء،،سے مرادخیمے ہیں،کیونکہ'جماع'،سے مرادمجموعی تعداد ہے۔اسی طرح کہا جاتا ہے:شراب''جماع الاثم،،ہے یعنی گناہ کوجمع کرنے والی ہے اوراس کی جڑ ہے۔،،[1]

'المعجم الوسیط'،کے مصنفین لکھتے ہیں:

''کسی متفرق شئی کوجمع کرنا یعنی اس کے بعض حصوں کوبعض سے ملادینا......اسی طرح کہا جاتا ہے:قوم اپنے دشمنوں کے خلاف جمع ہوگئی ہے یعنی ان سے لڑائی کے لیے وہ ایک جماعت بن گئے ہیں۔قرآن مجید میں ہے:(مسلمانوں سے بعض مشرکین نے کہا)بے شک لوگ(یعنی مشرکین)تم سے لڑائی کے لیے اکٹھے ہوگئے ہیں،پس تم(اے مسلمانو!)ان سے ڈرو''......کسی چیز کے'جماع'،سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مراد اس کی اصل کو جمع کرنا اور جتنا کچھ جمع کیا گیا ہو، دونوں مراد ہوتے ہیں۔جیسا کہ کہا جاتا ہے: شراب گناہ کو جمع کرنے والی ہے۔اسی طرح کہا جاتا ہے: یہ باب ان تمام ابواب کا جامع ہے یعنی ان کو شامل ہے۔اسی طرح یہ بھی کہا جاتا ہے: فلاں شخص بنوفلاں کو جمع کرنے والی اصل وبنیاد ہے یعنی وہ لوگ اس کی طرف پناہ لیتے ہیں، اس کے فیصلوں اور سرداری پر اعتماد کرتے ہیں۔'قدر جماع، سے مراد عظیم قدر ہے۔،،[۲]

اجتہاد کے لغوی معنی پر علامہ ابن سیدہؒ (متوفی ۴۵۸ھ) لکھتے ہیں:

''جھد،، (ضمہ کے ساتھ) اور 'جھد، (فتحہ کے ساتھ) دونوں سے مراد طاقت ہے۔اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ''جھد، (ضمہ کے ساتھ) سے مراد طاقت ہے اور 'جھد، (فتحہ کے ساتھ) سے مراد مشقت ہے.....'جھد، اور 'اجتھد، دونوں کا معنی ہے: اس نے کوشش کی۔،،[۳]

علامہ ابن منظور افریقیؒ لکھتے ہیں:

''جھد، اور ''جھد، سے مراد طاقت ہے جیسا کہ اہل عرب کا قول ہے: تو اپنی طاقت صرف کر۔اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ 'جھد، سے مراد مشقت ہے اور 'جھد، سے مراد طاقت ہے......اور 'جھد، باب فتح سے اور 'اجتھد، باب افتعال سے ہے اور دونوں کا معنی کوشش کرتا ہے.....'اجتہاد، اور تجاہد، سے مراد پوری طاقت وقوت کو خرچ کرنا ہے اور حضرت معاذؓ کی حدیث میں ہے: میں اپنی رائے بنانے میں اجتہاد کروں گا یعنی کسی مسئلے کو معلوم کرنے کے لیے اپنی طاقت صرف کروں گا۔اجتہاد 'جھد، سے باب افتعال ہے اور طاقت کے معنی میں ہے۔،،[۴]

ڈاکٹر صالح بن عبداللہ بن حمید اجتماعی اجتہاد کا لغوی معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"والجماعی نسبة الی الجماعة،فالاجتهادالجماعی هو اجتهادالجماعة،،[۵]

''اجتماعی کا لفظ جماعت کی طرف نسبت ہے اور، اجتماعی اجتہاد، سے مراد ایک جماعت کا اجتہاد ہے۔،،

'اجتماعی اجتہاد، کی اصطلاحی تعریف

'اجتماعی اجتہاد، کی تعریف ایک جدید تعریف ہے۔سلف صالحین کے مختلف ادوار میں ہمیں اجتماعی اجتہاد کی بعض صورتیں تو ملتی ہیں لیکن اس دور میں اس کی کوئی باقاعدہ تعریف وضع نہیں کی گئی۔

ڈاکٹر صالح بن عبداللہ بن حمید لکھتے ہیں:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"یعد مصطلح الاجتهاد الجماعی من المصطلحات المعاصرة اذلم یرد له ذکر عند المتقدمین، اما من حیث الممارسة العملية فقد شهد تاریخ التشریع الاسلامی جملة من الوقائع التی هی فی حقیقتها اجتهاد جماعی وان لم تسم بهذا الاسم." [۶]

"اجتماعی اجتہاد کی اصطلاح ایک جدید اصطلاح ہے اور متقدمین میں اس کا تذکرہ ہمیں نہیں ملتا۔ جہاں تک اجتماعی اجتہاد کی عملی صورتوں کا معاملہ ہے تو فقہ اسلامی کی تاریخ میں اس قسم کے بہت سے واقعات موجود ہیں تو اجتماعی اجتہاد ہی کی مختلف صورتیں ہیں، اگرچہ انہیں سلف نے اجتماعی اجتہاد کا نام نہیں دیا۔"

معاصر علماء نے اجتماعی اجتہاد کی کئی ایک اصطلاحی تعریفیں بیان کی ہیں جن میں چند ایک درج ذیل ہیں:

پہلی تعریف

ڈاکٹر عبدالحمید السؤسوۃ الشرفی لکھتے ہیں:

"هو استفراغ اغلب الفقهاء الجهد لتحصیل ظن بحکم شرعی بطریق الاستنباط، واتفاقهم جمیعا او اغلبهم علی الحکم بعد التشاور." [۷]

"فقہاء کی اکثریت کا کسی حکم شرعی کی بذریعہ استنباط تلاش میں اپنی صلاحیتوں کو کھپا دینا اور پھر ان سب کا یا ان کی اکثریت کا باہمی مشورے کے بعد کسی شئی کے شرعی حکم پر اتفاق کر لینا اجتماعی اجتہاد ہے۔"

ڈاکٹر عبدالمجید کی یہ تعریف شرح کی متقاضی ہے، لہذا وہ اپنی بیان کردہ تعریف کی خود ہی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"قوله: (اغلب الفقهاء)، قید لبیان ان الاجتهاد الجماعی یختلف عن الاجتهاد الفردی فی کونه جهد جماعة ولیس جهد فرد، وان هذه الجماعة تکون اغلب العلماء المجتهدین او اکثرهم" [۸]

"فقہاء کی اکثریت کی قید اس لیے لگائی گئی تا کہ اجتماعی اور انفرادی اجتہاد میں یہ فرق واضح ہو سکے کہ اجتماعی اجتہاد فقہاء کی ایک جماعت کی بھرپور کوششوں کا نام ہے نہ کہ ایک فرد کی کوشش کا۔ اور یہ جماعت علمائے مجتہدین کی غالب اکثریت پر مشتمل ہوگی۔"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ڈاکٹر عبدالمجید السوٗسوۃ کی یہ بات محل نظر ہے کہ اجتماعی اجتہاد سے مراد فقہاء کی اکثریت کا اجتہاد ہے۔ اگر تو اجتماعی اجتہاد کا لغوی معنی دیکھا جائے تو تین علماء کے اتفاق پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے لہذا فقہاء کی اکثریت کے اتفاق کی شرط لگانا درست نہیں ہے۔ اور اگر تو ڈاکٹر صاحب کی مراد اجتماعی اجتہاد کی اصطلاحی تعریف ہے تو یہ ہے کہ علماء کی اکثریت جب تک اس تعریف کی تائید نہیں کر دیتی، اس وقت تک اس کا بیان کردہ اصطلاحی معنی، اصطلاحی نہیں کہلایا جا سکتا ہے۔ اصطلاح عربی زبان کا لفظ ہے کہ جس کا مادہ 'صلح' ہے یعنی اصطلاح اسے کہتے ہیں کہ اس لفظ کے فلاں معنی پر علماء کی ایک جماعت کی صلح یا اتفاق ہو گیا ہے کہ جب بھی یہ لفظ بولا جائے گا تو اس سے مراد یہ معنی ہوگا۔ پس اصطلاح ایک شخص کی نہیں ہوتی بلکہ ایک جماعت جب ایک لفظ کو کسی مخصوص معنی میں استعمال کرتی ہے تو وہ اصطلاح کہلاتی ہے۔

ہمارا نقطہ نظر یہ ہے کہ ابھی اجتماعی اجتہاد کی اصطلاحی تعریف وضع ہو رہی ہے لہذا اس عرصے میں جو صاحب علم بھی اجتماعی اجتہاد کے معاصر تصور کو الفاظ میں ڈھالنے کی کوشش کریں، وہ اس کو متعین اصطلاحی تعریف کا نام نہ دیں، بلکہ انداز بیان یوں ہو کہ اجتماعی اجتہاد کی ممکنہ اصطلاحی تعریف یہ ہو سکتی ہے۔ بعد ازاں اگر علماء کی ایک معتد بہ جماعت کا اجتماعی اجتہاد کی اس تعریف پر اتفاق ہو جائے تو اس کو اصطلاحی تعریف کا نام دیا جا سکتا ہے۔ تا حال معاصر علماء نے اجتماعی اجتہاد کی مختلف تعریفیں بیان کی ہیں اور ان پر ردو قدح کا عمل جاری ہے۔ ڈاکٹر عبدالمجید کی اس تعریف پر ایک اعتراض یہ وارد ہوتا ہے کہ یہ اجتماعی اجتہاد کی ایک ایسی تعریف ہے جو اس کے لغوی معنی پر پوری نہیں اترتی ہے۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اگر ڈاکٹر عبدالمجید کی اس تعریف کو درست مان لیا جائے تو عصر حاضر میں اجتماعی اجتہاد کے نام سے جتنا کام بھی ہو رہا ہے وہ اس تعریف میں شامل نہیں ہوتا ہے۔ اسلامی فقہ اکیڈمی ہو یا 'مجمع البحوث الاسلامیۃ'، اسلامی نظریاتی کونسل ہو یا 'ھیئۃ کبار العلماء السعودیۃ'، اجتماعی اجتہاد کے ان تمام اداروں کے اراکین اپنے ممالک کے علماء کی بھی غالب اکثریت پر مشتمل نہیں ہیں، چہ جائیکہ وہ عالم اسلام کے جمہور علماء کی نمائندگی کر رہے ہیں۔ اجتماعی اجتہاد کے نام پر جو بھی ادارے اس وقت کام کر رہے ہیں ان میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں ہے جو ملت اسلامیہ کے جمہور تو کیا ایک عشر عشیر پر بھی مشتمل ہو۔

تیسرا اعتراض یہ ہے کہ اجتماعی اجتہاد کی اس تعریف کو خود اس معیار پر پیش کیا جائے جو ڈاکٹر صاحب

☆الکون بنیی علی النظام فعلیک بالترتیب فی ملبسک وبیتک ومکتبک وواجبک.☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نے بیان کیا ہے،تو یہ اس پر بھی پوری نہیں اترتی ہے۔ڈاکٹر صاحب نے اجتماعی اجتہاد کے لیے علماء کی اکثریت کی قید لگائی ہے جبکہ علماء کی اکثریت اجتماعی اجتہاد کی اس تعریف کی قائل ہی نہیں ہے جیسا کہ ہم آگے چل کر بیان کریں گے۔

چوتھا اعتراض یہ ہے کہ ملت اسلامیہ کئی ایک براعظموں میں پھیلی ہوئی ہے اور تمام دنیا سے علماء کی اکثریت کو جمع کرنا ایک بہت ہی مشکل کام ہے۔اسی پہلو کی طرف اشارہ کرتے ہوئے علامہ البانیؒ (متوفی ۱۹۹۹ء) نے ڈاکٹر عبدالمجید السوسوۃ کی تعریف پر نقد کی ہے۔وہ لکھتے ہیں:

"وقد جاء بقیدین ،احدهما ابعد عن الامکان من الآخر ،فان قوله:"اغلب الفقهاء،،!کیف یمکن مع تفرقهم فی البلاد الاسلامیة الشاسعة؟!ثم کیف یمکن جمعهم فی مکان واحد حتی یتشاوروا فی الحکم؟!،،۹

ڈاکٹر عبدالمجید السوسوۃ نے اجتماعی اجتہاد کی تعریف میں دو قیدیوں کو بیان کیا ہے جبکہ ان میں ہر ایک کا امکان دوسری سے بڑھ کر ناممکن ہے۔ڈاکٹر عبدالمجید السوسوۃ نے فقہاء کی اکثریت کی شرط لگائی ہے،حالانکہ اس اکثریت کا اجتماع کیسے ممکن ہے جبکہ علماء مختلف اسلامی ممالک میں بکھرے ہوئے ہیں۔ان سب کو ایک جگہ جمع کرنا کیسے ممکن ہے جبہ ان کی آپس کی مشاورت تو اس اجتماع کے بعد کا معاملہ ہے۔،،

ڈاکٹر عبدالمجید السوسوۃ نے اپنی تعریف میں دوسری قید یہ لگائی ہے کہ یہ اجتہاد کسی شرعی حکم سے متعلق ظن غالب کو حاصل کرنے کے لیے ہوگا،جبکہ یہ امر واضح ہے کہ اجتہاد سے بعض اوقات ظن غالب حاصل ہوتا ہے اور بعض صورتوں میں علم قطعی،خصوصاً جبکہ اس اجتہاد پر مابعد کے زمانوں میں اجماع بھی منعقد ہو جائے۔ڈاکٹر صالح بن عبداللہ بن حمید لکھتے ہیں:

"عبارة(لتحصیل ظن بحکم شرعی)هذا الوصف غیر دقیق فان کان المقصود به المجتهد فانه قد یتحصل من اجتهاده علی ظن وقد یتحصل علی قطع ،وان کان المقصود به غیره فلیس ذا بال۱۰

،،کسی حکم شرعی سے متعلق ظن غالب کو حاصل کرنے کی عبارت ایک ایسا وصف ہے ،جو غیر ضروری ہے۔پس اگر اس سے مقصود مجتہد ہے تو اس کو تو بعض اوقات ظن حاصل ہوتا ہے اور بعض اوقات علم قطعی ۔اور اگر مقصود کچھ اور ہے تو پھر اس وصف کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔،،

☆اخرج الی الفضاء وطالع الحدائق الغناء وتفرج فی خلق البارئ وابداع الخالق.☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ڈاکٹرعبدالمجیدالسوسوۃ نے اجتماعی اجتہاد کی تعریف میں تیسری قید یہ لگائی ہے کہ اس اجتہاد میں شریک تمام علماء یاان کی اکثریت زیر بحث مسئلے کے حکم پر متفق ہوجائے۔وہ لکھتے ہیں:

''قوله (واتفاقهم جميعااواغلبهم على الحكم)،قيدلبيان ان الاجتهادالصادرمن جماعة لايكون جماعيابالمعنى المقصود،الااذا نتج عنه حكم متفق عليه من جميع اولئك المجتهدين اومن اغلبهم.امااذا لم يتفقوا،وظل كل مجتهدمحتفظ برايه واجتهاده،فلايتحقق الاجتهادالجماعى،وانماتكون النتيجة مجموعةمن الاجتهادات الفردية المختلفة.،،[11]

''تمام علماء یاان کی اکثریت کے متفق ہوجانے کی قیداس لیے لگائی گئی ہے تاکہ یہ واضح ہوسکے کہ اجتہاداس وقت تک اجتماعی نہیں کہلائے گاجب تک کہ تمام مجتہدین یاان کی اکثریت اس مسئلے کے شرعی حکم پر متفق نہ ہوجائے۔اگرتمام یااکثرعلماء متفق نہ ہوئے اور ہرمجتہداپنے اجتہاداوررائے پر تحفظات کاشکارر ہاتوپھراجتماعی اجتہادحاصل نہیں ہوگا،بلکہ یہ مختلف انفرادی اجتہادات کانتیجہ ہوگا۔،،

اس قیدپراعتراض یہ کیاگیاہے کہ جس طرح علماء کی اکثریت کاایک جگہ اجتماع ایک مشکل امرہے اس سے زیادہ ناممکن کام ان سب یاان کی اکثریت کاکسی مسئلے میں کسی شرعی حکم پراتفاق کرلیناہے۔علامہ البانیؒ اس نکتے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ان قوله:''واتفاقهم جميعا!،،فهذاابعدمن التحقق من الذى قبله،خاصة فى هذا الزمن الذى قل فيه المجتهدون اجتهادافرديامع توفرشروط الاجتهاد،التى تكلم عنهاكلاماجيدادكتورالشرفى!ولعله لذلك اتبعه بقوله معطوفاعليه:''اواغلبهم،،!فهذاالاجتهادالجماعى اشبه مايكون بالاجتهادالفردى المجمع عليه فى تعريف علماء الاصول واصحب تحقيقا.،،[12]

''ڈاکٹرعبدالمجیدالسوسوۃ کااجتماعی اجتہاد کی تعریف میں تمام علماء کے اتفاق کی قیدلگاناایک ایسی شرط ہے کہ جس کاپایاجاناپہلی شرط کی نسبت زیادہ مشکل ہے،خاص طورپراس زمانے میں کہ جس میں ایسے مجتہدین بہت کم ہیں کہ جن میں اجتہاد کی وہ شروط پائی جاتی ہوں کہ جن کے بارے میں ڈاکٹرعبدالمجیدالسوسوۃ نے بھی بڑاعمدہ کلام کیاہے۔شاید یہی وجہ ہے کہ ڈاکٹرصاحب نے معابعدان کی اکثریت کے اتفاق کاتذکرہ بھی کردیاہے۔،،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسی طرح ڈاکٹر صالح بن عبداللہ بن حمید لکھتے ہیں کہ اگر مجتہدین کی ایک بڑی جماعت مثلاً پچاس افراد پر مشتمل مجلس میں کسی مسئلے کے شرعی حکم کے بارے میں بحث وتمحیص کے بعد اختلاف کی صورت میں دوگروہ بن جاتے ہیں، بڑے گروہ مثلاً چالیس افراد کی رائے ایک ہے، جبکہ چھوٹے گروہ مثلاً دس افراد کی رائے اس کے برعکس ہے۔ اب اس دوسری جماعت کے اجتہاد پر بھی اجتماعی اجتہاد ہی کے لفظ کا اطلاق ہوگا اگر چہ وہ اکثریت میں نہیں ہیں۔ ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں:

"عبارۃ: (اغلب الفقهاء) و (اغلب المجتهدين) فهذا التنصيص محل نظر من حيث: (ا) ان الحكم بان المجتمعين هم اغلب الفقهاء او المجتهدين متعذر. (ب) ثم ان الاقلية المخالفة يصدق على اجتهادها انه اجتهاد جماعی. (ج) وكذا لو ان جمعا من الفقهاء ممن لا يمثلون الاغلبية اجتهدوا بعد ذلك اجتهادا اجماعيا صحيحا،، [۱۳]

"اکثر فقہاء یا مجتہدین کی شرط لگانا تین اعتبارات سے محل نظر ہے: ا۔ اکثر فقہاء یا مجتہدین کا اتفاق ایک مشکل امر ہے۔ ۲۔ جس اقلیت نے اس اجتہاد کی مخالفت کی ہے، وہ بھی اجتماعی اجتہاد ہی ہے (اگر وہ دو سے زائد ہوں)۔ ۳۔ اسی طرح اگر علماء کی ایک محدود جماعت، جو اکثریت نہ ہو، آپس میں مل کر اجتہاد کرتے ہیں تو صحیح بات یہی ہے کہ اس کو بھی اجتماعی اجتہاد ہی میں شمار کریں گے۔،،

ہمارے خیال میں کسی مسئلے میں علماء کی اکثریت کا اتفاق ایک چیلنج تو ہے لیکن ناممکن امر نہیں ہے، لیکن اس اکثریت کو اجتماعی اجتہاد کے عمل کے ایک لازمی جزو کے طور پر بیان نہیں کرنا چاہیے۔ ماضی میں کئی ایک مسائل پر علماء کے اجماع کا دعوی کیا گیا ہے اور یہ دعوی صحیح بھی ہے۔ اور ایسے مسائل کی تعداد تو بہت زیادہ ہے جن میں اکثر مجتہدین کا اتفاق ہوتا ہے جیسا کہ 'فقہ المقارن'، کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ سینکڑوں مسائل ایسے ہیں کہ جن میں ائمہ ثلاثہ امام مالک (متوفی ۱۷۹ھ)، امام شافعی (متوفی ۲۰۴ھ) اور امام احمد (متوفی ۲۴۱ھ)ؒ کی رائے ایک ہی ہوتی ہے جبکہ امام ابوحنیفہؒ (متوفی ۱۵۰ھ) کی رائے ان سے مختلف ہوتی ہے۔ اسی طرح اب تو باقاعدہ اس موضوع پر کتابیں لکھی جارہی ہیں کہ ان مسائل کو جمع کیا جائے، جن میں ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے۔ فقہ کے تقابلی مطالعے میں عموماً یہ بات بار بار سامنے آتی ہے کہ اس مسئلے میں جمہور علماء کا یہ موقف ہے اور یہ اجتماعی اجتہاد ہی کی ایک شکل ہے اگر چہ ان علماء کی رائے کسی اجتماع یا مشورے کے بغیر اتفاقاً ایک دوسرے کی تائید کر رہی ہوتی ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہاں! یہ بات درست ہے کہ ایک مسئلہ جب علماء کی ایک جماعت کے سامنے رکھا جائے تو ضروری نہیں ہے کہ ایک ہی مجلس میں ان کی اکثریت اس کے شرعی حکم پر اتفاق کر لے بلکہ اس مسئلے پر کئی ایک مجالس میں ردوقدح کے بعد ان کی اکثریت کسی ایک موقف تک پہنچ سکتی ہے، بشرطیکہ وہ دلائل کے تبادلہ خیال میں دلیل کی قوت کو قبول کرنے کا جذبہ رکھتے ہوں اور مذہبی تعصب یا فرقہ وارانہ پس منظر میں ردعمل کا شکار ہو کر اپنے موقف پر مصر نہ رہیں۔علاوہ ازیں باہمی اتفاق واتحاد رائے بھی ان پر اس قدر سوار نہ ہو کہ وہ اس جذبے کو حق بات پر ترجیح دینے لگ جائیں۔ڈاکٹر عبدالمجید السوسوۃ اجتماعی اجتہاد کی تعریف میں دوسری قید کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”وایضافی قوله:(اتفاقهم جميعااواغلبهم)،فيه بيان للفرق بين الاجتهادالجماعی والاجماع،فالاجماع يشترط فيه اتفاق جميع المجتهدين من امة محمدﷺعلى حكم شرعی،بينماالاجتهادالجماعی يكفی فيه اتفاق مجموعة من العلماء المجتهدين اواكثرالعلماء المجتهدين ،ولايشترط فيه اتفاق جميع المجتهدين ،اذلوتم هذاكان ذالک اجماعا،وايضايكفی فی الاجتهادالجماعی اتفاق اغلب المشاركين فی الاجتهاد،،[۱۴]

”شریک علماء میں سب یا ان کی اکثریت کے اتفاق کی قید لگانے کا مقصد یہ بھی ہے کہ اجتماعی اجتہاد اور اجماع میں فرق واضح ہو جائے۔اجماع میں کسی شرعی حکم پر امت محمدﷺ کے تمام مجتہد علماء کا اتفاق ضروری ہے،جبکہ 'اجتماعی اجتہاد' میں علماء کی ایک جماعت یا اکثر علمائے مجتہدین کا اتفاق بھی کافی ہے۔اور اگر اس اجتماعی اجتہاد سے قائم شدہ رائے پر باقی تمام علماء بھی اتفاق کر لیں تو یہ اجماع بن جائے گا۔اور یہ بات بھی واضح ہے کہ اجتماعی اجتہاد میں مجتہد علماء کی اکثریت کی شرکت ہی کافی ہے۔،،

ہمارے خیال میں یہ ایک اچھی واضح ہے کہ جس سے علامہ البانیؒ کے خدشے کا ازالہ ہو جاتا ہے۔ڈاکٹر عبدالمجید السوسوۃ اجتماعی اجتہاد کی تعریف میں تیسری قید کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”قوله:(بعدتشاورهم)فيه بيان بان الاجتهادالجماعی لابدان يكون الحكم الصادرعنه قداتی بعدتشاوراولئک العلماء وتبادلهم للآراء،وتمحيص هم للافكار،ومناقشتهم للاقوال بطريقة شورية،من خلال وسيلة يحددونهاكالمجالس اوالمجامع

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

او المؤتمرات اوغیرذلک،اما اذا حدث توافق بین آراء مجموعۃ من العلماء فی حکم شرعی،وکان ذلک دون سابق تشاوربینھم حول ذلک الحکم،فان ھذا لیس اجتھادا اجماعیا،وانماھو توافق فی الاجتھاد،،۱۵ل

’’تعریف میں علماء کے باہمی مشورے کے بعدان کے اتفاق کی قیداس لیے لگائی گئی ہے کہ’اجتماعی اجتہاد‘کے لیے یہ بات لازم ہے کہ کسی مسئلے کے شرعی حکم پرعلماء کااتفاق ان کی باہمی مشاورت،تبادلہ خیال ،ایک دوسرے کے موقفات کی چھان پھٹک اوردلائل کی ردوقدح کے بعدشورائی طریقے پرصادرہواور یہ سب عمل مختلف قسم کی مجالس،اداروں اورسیمیناروں وغیرہ کانتیجہ ہو۔اگرایسا ہوکہ کسی مسئلے کے شرعی حکم میں علماء کی آراء بغیرکسی مشاورت کے اتفاقاًایک دوسرے کی تائید میں ہوں تو یہ اجتماعی اجتہادنہ ہوگا بلکہ اس کوہم ان کے اجتہادکی باہمی موافقت کانام دیں گے۔،،

’اجتماعی اجتہاد‘کی تعریف میں باہمی مشاورت کے عمل کوجس طرح ڈاکٹرعبدالمجیدنے واضح کیاہے وہ ایک اہم نکتہ ہے۔اسی طرح انہوں نے کسی مسئلے میں علماء کی باہمی مشاورت کے جوذرائع بیان کیے ہیں ،ان کاانکارنہیں ہے لیکن ان میں اہم ترین ذریعہ تحریری مباحثہ ومکالمہ ہے جس کا تذکرہ انہوں نے نہیں کیا۔بعض اوقات ایک عالم دین اپنی کسی کتاب،مقالے یاتحقیقی مضمون میں کسی رائے کااظہارکرتے ہیں اورپھراس پردوسرے علماء کی طرف سے مثبت ومنفی آراء کااظہارشروع ہوجاتا ہے۔اس طرح معاصرتحقیقی رسائل وجرائدیاکتب میں بحث ونقدکے اس سلسلے میں علماء اپنی آراء قائم کرناشروع کردیتے ہیں اورایک خاص وقت کے بعدعلماء کی ایک اکثریت اس رائے کی حامل ہوتی ہے کہ جس کوایک عالم نے شروع میں پیش کیاتھا۔مثال کے طورپرکیمرے کی تصویرکوہی لے لیں۔اس بارے میں بعض علماء مثلاًڈاکٹریوسف القرضاوی نے جوازکافتوی جاری کیا،جس پرمختلف علماء کی طرف سے نقدکی گئی اوراس طرح ایک تحریری مناقشہ کے بعدآج علماء کی اکثریت کیمرے کی تصویر کے جوازیاعدم جوازمیں سے کسی ایک موقف کی حامل ضرورہے۔ڈاکٹرعبدالمجیدالسوسوۃ اس قیدکی مزیدشرح کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں:

’’وایضافی قولہ:بعدتشاورھم،وصف یتبین منہ الفرق بین الاجتھادالجماعی والاجماع،فالجماعی یلزم ان یکون مبنیاعلی الشوری،اماالاجماع فلایشترط فیہ تشاورالمجتھدین ،اذلوحدث اتفاق جمیع المجتھدین علی حکم شرعی دون ان

☆الھجر المنبھات ... والکتاب ... والقھوۃ ... والبیشتو وغیرھا.☆
© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یسبق ذلک تشاور، صح الاجماع،،۱۶

’’علماء کے مشورے کے بعد کسی رائے پر اتفاق کی قید اس لیے لگائی گئی ہے تاکہ اجماع اور اجتماعی اجتہاد میں فرق واضح ہوجائے ، کیونکہ اجتماعی اجتہاد کے لیے ضروری ہے کہ وہ شوری پر مبنی ہو، جبکہ اجماع کا معاملہ یہ ہے کہ اس میں مجتہدین کی باہمی مشاورت شرط نہیں ہے، اگر کسی مسئلے میں بغیر کسی مشورہ کے مجتہدین کا کسی شرعی حکم پر اتفاق ہوگیا ہو تو یہ اجماع کہلائے گا۔،،

ڈاکٹر صاحب نے ’اجتماعی اجتہاد، اور اجماع میں فرق کے اعتبار سے ایک اچھا نکتہ بیان کیا ہے۔’اجتماعی اجتہاد، اگرچہ اجماع تو نہیں ہے لیکن وہ اجماع کے حصول کا ایک ذریعہ بن سکتا ہے۔

دوسری تعریف:

ڈاکٹر خلیل العید اجتماعی اجتہاد کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

’’اتفاق اغلب المجتھدین من امۃ محمد ﷺ فی عصر من العصور علی حکم شرعی فی مسالۃ،،۱۷

’’امت محمدیہ ﷺ کے اکثر مجتہدین کا کسی زمانے میں کسی مسئلے کے شرعی حکم پر اتفاق کرلینا، اجتماعی اجتہاد ہے۔،، ڈاکٹر خلیل العید کی اس تعریف پر بھی وہ تمام اعتراضات وارد ہوئے ہیں جو ڈاکٹر عبدالمجید السوسوۃ کی تعریف پر ہیں۔ پہلی تعریف پر وارد ہونے والے اعتراضات کے علاوہ ایک اور اعتراض جو مذکورہ بالا تعریف پر وارد ہوسکتا ہے، وہ یہ ہے کہ کسی مسئلے پر فقہاء کی اکثریت کا اتفاق تو اس طرح بھی حاصل ہوجاتا ہے کہ کسی ایک مجتہد نے اپنی رائے کا اظہار کیا ہو اور اسی زمانے میں کچھ اور مجتہدین بھی اس کی رائے سے متفق ہوگئے، جبکہ اس طرح کے اتفاقی اجتماع کو کوئی بھی اجتماعی اجتہاد نہیں کہتا ہے۔ اگر امام مالکؒ نے کسی مسئلے میں کسی رائے کا اظہار کیا اور امام شافعی اور امام احمدؒ وغیرہ کا ان سے اتفاق ہوگیا، جیسا کہ اکثر و بیشتر مسائل میں ہوتا ہے کہ ائمہ ثلاثہ کا موقف ایک ہی ہے، تو کیا یہ اجتماعی اجتہاد ہوگا؟ حالانکہ اس کو اجتماعی اجتہاد کوئی بھی نہیں کہتا ہے۔ ڈاکٹر احمد ریسونی لکھتے ہیں:

”وبغض النظر عن الاختلاف فی الصیغ التعریفیۃ المفضلۃ عند کل واحد، فلا احد یخالف فی ان (الاجتھاد الجماعی): ھو الذی ینبثق مضمونہ ویصدر عن جماعۃ من العلماء، بعد التشاور والتحاور فی المسالۃ المجتھد فیھا. فدخول عنصری

☆اعتن بنظافۃ ثوبک [illegible] مع السواک والطیب. ☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(الجماعة والتحاور) في الجهد الاجتهادي، وفي الموافقة على نتيجة، هو الذي يعطي الاجتهاد صفة (الجماعي). فلو اتفق عدد من العلماء على اجتهاد معين، دون تلاق ولا تحاور بينهم، فلا يكون اجتهادهم واتفاقهم اجتهاداً جماعياً وكذلك اذا تلاقوا وتحاوروا في المسالة، لكنهم اختلفوا وعبر كل منهم عن اجتهاده ووجهة نظره. نعم اذا لم يتفقوا جميعا، وصدر الاجتهاد والفتوى باسم فريق منهم فانه يكون اجتهاداً جماعيا لاسيما اذا كان المتفقون هم الاكثرية.،،[۱۸]

''اگراجتماعی اجتہاد کی مختلف تعریفوں میں موجود اس اختلاف سے صرف نظر کریں جو ہر تعریف کے واضع کے نزدیک اہم ہے، تو اس بات سے تو کسی عالم دین کو اختلاف نہیں ہوگا کہ اجتماعی اجتہاد سے مراد وہ اجتہاد ہے جو کسی مجتہد فیہ مسئلے میں باہمی مشاورت ومکالمے کے بعد علماء کی ایک جماعت سے صادر ہو اور پانی کی طرح از خود جاری ہو جائے (یعنی پہلے سے طے شدہ نتائج یا اتحاد واتفاق کے حصول کے لیے نہ ہو)۔ پس اجتہادی کوشش میں جب جماعت اور باہمی مشاورت کا عنصر شامل ہو جائے اور بعد ازاں اس پر علماء کی موافقت بھی حاصل ہو جائے تو اس کو اجتماعی اجتہاد کہیں گے۔ اور اگر علماء کی ایک جماعت کا کسی معین اجتہاد پر باہمی ملاقات ومشاورت کے بغیر اتفاق ہو گیا تو ان کے اس اجتہاد یا اتفاق کو اجتماعی اجتہاد کا نام نہ دیا جائے گا۔ اسی طرح اگر علماء نے باہم مل بیٹھ کر کسی مسئلے میں مشاورت کی اور ان کا آپس میں اختلاف ہو گیا۔ پس ہر ایک نے اپنے اجتہاد اور نقطہ نظر کو واضح کیا اور کسی ایک رائے پر ان سب کا اتفاق نہ ہو سکا۔ اب اگر علماء کی اس مجلس میں ایک گروہ اپنے نام سے کوئی اتفاقی فتوی جاری کرتا ہے تو اسے بھی اجتماعی اجتہاد کہیں گے، خاص طور پر جبکہ اس مجلس کی اکثریت کسی رائے پر متفق ہو۔،،

ڈاکٹر احمد ریسونی کا کہنا یہ ہے کہ اگر علماء کی ایک مجلس میں کسی مسئلے کے بارے کئی ایک آراء سامنے آئیں اور اس مجلس کے علماء کی اکثریت یا ایک فریق، کسی ایک رائے پر اتفاق کرتے ہوئے اس کے مطابق فتوی جاری کر دے تو اسے بھی اجتماعی اجتہاد کہیں گے، لیکن اگر مجلس کے تمام اراکین میں ہی اختلاف ہو جائے اور دو سے زائد علماء کسی رائے پر متفق نہ ہوں تو پھر ہر ایک فتوی انفرادی اجتہاد ہوگا نہ کہ اجتماعی۔

ہمیں جو بات محسوس ہوتی ہے، وہ یہ ہے کہ اجتماعی اجتہاد کے بنیادی عناصر جماعت اور باہمی مشاورت

☆لا تقرا بعض الكتب التي تربي التشاؤم والاحباط واليأس والقنوط.☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے یعنی اگر علماء کی ایک جماعت کسی مسئلے کا شرعی حل پیش کرنے کے لیے باہمی مشاورت کرے تو اس عمل کو اجتماعی اجتہاد کہیں گے، جہاں تک ان سب یا ان کی اکثریت کے اتفاق کا معاملہ ہے تو وہ اجتماعی اجتہاد کے اس فعل کا نتیجہ ہے۔ مباحثے ومکالمے کے بعد بعض اوقات یہ اتفاق حاصل ہوجاتا ہے اور بعض اوقات نہیں ہوتا۔ ہمارے نقطہ نظر میں ایک متعین مسئلہ میں علماء کے باہمی مکالمے ومباحثے کے بعد اگر دو افراد کے مابین بھی اتفاق حاصل نہ ہو تو اس کو بھی اجتماعی اجتہاد کہیں گے کیونکہ ایک شرعی مسئلے کی تلاش میں اجتماعی کوشش تو صرف ہوئی ہے۔ اس لیے علماء کی اکثریت کا اتفاق اجتماعی اجتہاد کے عمل کے لیے خارجی وصف کی حیثیت رکھتا ہے نہ کہ رکن کی اہمیت کا۔

ڈاکٹر صالح بن عبداللہ بن حمید فرماتے ہیں:

"عبارة: (اتفاقهم) و (اتفاق) فهذا الوصف خارج عن ماهية الاجتهاد الجماعي اذا الاتفاق احد نتائج هذا الاجتهاد وفرق بين الشئى ونتيجته، وانه ليس من شرائط تحقيق الاجتهاد الجماعي ان يخرج منه المجتهدون بالاتفاق بل لو انهم اجتمعوا وتباحثوا ولم يتوصلوا الى شئى او حصل منه متوقف لصدق على ذالك انه اجتهاد جماعي." [19]

"فقہاء یا مجتہدین کے اتفاق کی قید ایک ایسا وصف ہے جو اجتماعی اجتہاد کی ماہیت سے خارج ہے، کیونکہ ان کا اتفاق تو اس عمل اجتہاد کا ایک نتیجہ ہے اور کسی شئ اور اس کے نتیجے کے مابین فرق ایک واضح امر ہے۔ اجتماعی اجتہاد کے ثبوت کے لیے ایسی کوئی شرط نہیں ہے کہ اس پر تمام مجتہدین کا اتفاق ہو تو پھر ہی وہ اجتماعی اجتہاد ہوتا ہے، بلکہ اگر مجتہدین کی ایک جماعت نے جمع ہوکر آپس میں مباحثہ کیا اور کسی نتیجے پر نہ پہنچ سکے یا انہوں نے کسی مسئلے میں توقف اختیار کیا تو پھر بھی اس عمل کو اجتماعی اجتہاد ہی کہیں گے۔" (جاری ہے)

تحریک جہاد اور برٹش گورنمنٹ

ایک تحقیقی مطالعہ

ناشر: دارالنعمان نزد مکتبہ قادریہ یونیورسٹی روڈ پرانی سبزی منڈی کراچی

© rasailojaraid.com